Fikr-o-Nasar (Islamabad) 25:3 (1988)

مولانا سید صباح الدین عبدالرحمن مرحوم

ڈاکٹر محمد معزالدین

برصغیر کے ممتاز دانش ور، صاحب طرز ادیب، مستند مؤرخ، بےشمار کتابوں کے مصنف، ماہنامہ معارف کے مدیر، اسلام کے شیدائی، دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ناظم، علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کے صحیح معنوں میں جانشین، حضرت مولانا سید صباح الدین عبدالرحمن کی وفات حسرت آیات کی خبر روزنامہ جنگ میں پڑھی۔ ہوش و حواس پر بجلی سی گری ۔ معاً علامہ اقبال کا یہ مصرعہ ذہن میں آیا جو انہوں نے سر راس مسعود کی وفات پر کہا تھا کہ

ع زوال علم و ہنر مرگ ناگہاں اسکی ۔

میں نے ان کے ایک عزیز ہاشم صاحب آرکیٹکٹ کو فون کیا ۔ وہ بھی اس خبر پر چونکے کیونکہ اس حادثۂ عظیم سے وہ بھی لاعلم تھے۔ انہوں نے مولانا کی صاحبزادی کو کراچی فون کیا تو معلوم ہوا کہ سفر میں آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۔ لکھنؤ میں کسی دوست سے ملنے جا رہے تھے کہ رکشے کو ایک گائے نے جو ہندوستان کی گلیوں میں سانڈ کی طرح آزاد و آوارہ پھر رہی تھی اپنے سینگ کا نشانہ بنایا ۔ مولانا زمین پر آ رہے، شاید اس زخم کو بھی اس کبر سنی میں سہار جاتے، مگر فرشتۂ اجل نے ایک تیز رفتار کار کی شکل میں آ دبوچا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ یہی ایک بات ہے جو کسی کو نہیں معلوم کہ کس کی موت کب کہاں اور کس حال میں ہو گی ۔ خداوند تبارک و تعالیٰ ان کو جنّت الفردوس میں جگہ دے ۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

ابھی کل کی بات ہے کہ وہ ہمارے مہمان تھے ـ ۲۹ جون ۱۹۸۷ء سے یکم جولائی ۱۹۸۷ء تک پاکستان هجره کونسل کے دنیائے اسلام کی سو عظیم کتابوں کے عظیم منصوبے کی مشاورتی کمیٹی اور سیمینار کی تقریب میں ایک ممتاز رکن کی حیثیت سے اپنی سابقہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ شرکت کی زحمت گوارا کی ـ ہندوستان سے حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی اور پروفیسر خلیق احمدنظامی بھی مدعو تھے مگر ندوی صاحب اپنی شدید علالت کی بنا پر اور خلیق نظامی صاحب بعض مجبوریوں کے سبب اسلام آباد نہ پہنچ سکے ـ مولانا نے تنہا نمائندگی کی اور بڑی مستعدی اور دلچسپی کے ساتھ ایوان صدر کی تقریب اور سیمینار میں شریک رہے انہوں نے اسلامی علوم و فنون پر سو عظیم کتابوں کے انتخاب میں اپنے مفید مشورے اور اپنی قیمتی آرا سے سرفراز فرمایا ـ یہی نہیں بلکہ جولائی ۱۹۸۷ء ہی کے معارف میں کئی صفحوں پر مشتمل شذرات کے تحت نہایت وقیع، اور جامع انداز میں هجره کونسل کے اس منصوبے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا کہ :

,,سو کتابوں کے اصل متن محنت سے ایڈٹ کر کے شائع کئے جائینگے اور پھر ان کے انگریزی ترجمے کئے جائینگے تاکہ غیر مسلموں کو خصوصاً انگریزی جاننے والوں کو یہ علم ہو کہ مسلمانوں نے دنیا کے علوم و فنون کو کس کس طرح مالا مال کیا ـ ان کتابوں کے انتخاب میں بڑی دیدہ وری، محنت اور خوش مذاقی کا ثبوت دیا گیا ـ ہمارے ناظرین اس فہرست پر ایک نظر ڈالیں گے تو ان کو فخر محسوس ہوگا کہ ہمارے اسلاف نے دنیا کے کسی بھی علم اور فن کو جاننے اور اس پر عبور حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں کی، اگر ان کو یورپ اور امریکہ کے پروپیگنڈہ کی طرح عام کیا جاتا تو دنیا کے مسلمان

احساس کمتری میں مبتلا ہونے کے بجائے احساس برتری کا جذبہ رکھتے» ۔

جناب صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی مہمان نوازی اور خیر سگالی کے جذبے کی تعریف کیساتھ ھی کونسل کے چیئرمین جناب اے،کے بروھی مرحوم کی بالغ نظری ان کے مشیر ڈاکٹر این، اے بلوچ کی دل نوازی اور متحرک شخصیت اور اس خاکسار کے متعلق کلمات خیر لکھ کر ھماری حوصلہ افزائی کی ۔ اور جن علماء فضلاء اور اصحاب سے ملاقات ہوئی ان کا فرداً فرداً ذکر کر کے محبّت کا اظہار فرمایا ۔

بروھی صاحب کی رحلت پر انہوں نے ڈاکٹر بلوچ صاحب کو اور مجھے علیحدہ علیحدہ تعزیتی خط لکھے ۔ ڈاکٹر صاحب کو لکھا کہ جناب اے، کے بروھی صاحب کی وفات حسرت آیات سے بڑا دکھ رنج اور قلق ہے۔ میرا تعزیتی تار آپ کی خدمت میں پہنچا ہوگا ۔ معارف میں ان پر ایک مفصل مضمون لکھنا چاھتا ہوں۔ اگر زحمت فرما کر ان کے مختصر حالات زندگی بھیج دیں تو بہت ممنون ہونگا۔ خدا جانے انہیں اپنی علمی مصروفیات نے اتنی مہلت دی یا نہیں کہ وہ مفصل مضمون قلمبند کرتے ۔ اس سلسلے میں اس خاکسار کو بھی لکھا کہ جناب بروھی صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر پا کر بیحد ملول ہوا،وہ قابلیت، معلومات، اخلاص، محبت اور شفقت کے پیکر تھے۔ جب جب ملے اپنی تمام خوبیوں کا گھرا نقش میرے دل پر بنایا ۔ ان کی محبت بھری یادوں کی شمع کو فروزاں کئے ہوئے ہوں۔ معارف میں ان پر ایک مضمون لکھنا چاھتا ہوں ۔ غالباً موت کے آھنی ھاتھ نے اس کا موقع نہیں دیا ہوگا ۔

مولانا سے میری نیاز مندی تقریباً ربع صدی پر محیط ہے۔ ان کی تصانیف سے استفادہ تو یاد نہیں کب سے کرتا رہا لیکن میری پہلی ملاقات ڈھاکہ یونیورسٹی میں غالباً ٦٢ء میں ہوئی ۔ یونیورسٹی میں

ہمارے رفیق کار پروفیسر ڈاکٹر ظفر الہدی مرحوم کا تعلق اعظم گڑھ سے تھا ۔ ان کی اہلیہ ڈاکٹر نسیم جہاں (میڈیکل ڈاکٹر) علامہ شبلی نعمانی مرحوم کی پوتی تھیں ۔ اس رشتے سے مولانا جب بھی مشرقی پاکستان آتے تو ان سے بالالتزام ملنے آتے ۔ انہیں جب ھدی صاحب سے معلوم ہوا کہ میں پروفیسر مسلم عظیم آبادی کا داماد ہوں تو از راہ شفقت فوراً ملنے تشریف لائے اور کشش کا سبب یہ بیان کیا کہ ہمارے قبلہ مسلم صاحب ، ,,معتقدات عجم،، کے مصنف اور ,,وہابی تحریک،، کے مترجم اور مرتب ان کے استاد تھے ۔ اللہ رے وضعداری جب بھی ملے اسی گرمجوشی اور شفقت سے ۔ کیونکہ وہ سادگی، اخلاص، محبت اور شفقت کے پیکر تھے ۔ عزیزوں پر جان چھڑکتے تھے ۔ بزرگی اور خوردگی کا یہ رشتہ برابر قائم رہا ۔ اس بار بھی چلنے سے پہلے میری اہلیہ کو بطور خاص فون کر کے گھر پر آ کر نہ ملنے کی معذرت کی ۔

ہمارے کیمبرج کے دوران قیام جب ان کا لندن آنا ہوا تو از راہ تلطف ملنے آئے ۔ جب میں ٹرینٹی کالج جہاں علامہ نے تعلیم حاصل کی تھی پہنچا تو واپسی پر وہ چلتے چلتے رک گئے ان کی آنکھیں پرنم تھیں اور گلوگیر آواز میں فرمایا کہ میں ان گلیوں میں علامہ اقبال کے قدموں کی چاپ سن رہا ہوں ۔ جواھر لعل نہرو کے طالب علمی کا زمانہ دیکھ رہا ہوں ۔ تم کتنے خوش نصیب ہو کہ یہاں آئے ہو ۔ جب میں کیمبرج میں ٹرینٹی کالج کے پاس علامہ اقبال کی پہلی قیام گاہ پر انہیں لے گیا تو انہوں نے غور سے اس تختی کو پڑھا جو حکومت پاکستان نے نصب کرائی ہے ۔ پھر کہنے لگے کہ یہاں میری ایک تصویر کھینچ دو یہ میری زندگی کے یاد گار لمحے ھیں ۔ جب یونیورسٹی لائبریری پہنچے تو اتفاق سے لائبریری بند تھی ۔ بند دروازے کے پاس پھر کھڑے ہو گئے اور اصرار کر کے تصویر اتروائی ۔

کہنے لگے کہ یہاں علم کا خزانہ ہے۔ اگر اس کو دیکھ نہیں سکا تو اسکی حرارت اس کا لمس محسوس کر رہا ہوں، شاید انہیں علمی خزانوں کو دیکھ کر علامہ اقبال نے کہا ہوگا کہ ۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

وہ علامہ اقبال کے شیدائی تھے ۔ اور اسی مناسبت سے جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال سے بے پناہ محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ جب جاوید اقبال نے علامہ کی سوانح عمری ,,زندہ رود،، ، کے نام سے تین جلدوں میں لکھی تو سب سے جامع اور تحسین و تعریف کے ساتھ بھرپور تبصرہ اس کتاب پر مولانا صباح الدین عبدالرحمن مرحوم کا چھپا اور ٹوٹ کر اسکی داد دی ۔ دراصل اپنے مزاج میں وہ خود علامہ اقبال کے مرد مؤمن اور مرد قلندر کی شان رکھتے تھے ۔ نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو ۔

وہ قرآن حکیم کا مطالعہ کثرت سے کرتے تھے اور قرآن کے مختلف نسخوں اور ترجموں کو جمع کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا ۔ ایک خط میں مجھے انہوں نے لکھا کہ :

,, گذشتہ موقع پر یہ معلوم ہوا تھا کہ آپ کے ادارہ کی طرف سے قرآن پاک کے مختلف ترجمے شائع ہوئے ہیں مجھ کو کلام پاک کے ترجمے جن جن زبانوں میں ہوئے ہیں ان کو جمع کرنے کا بہت شوق ہے۔ ابھی عمرہ کے لئے مکہ معظمہ گیا تھا وہاں سے چینی اور انڈونیشی زبانوں کے ترجمے حاصل کئے ۔ ڈاکٹر اے، کے بروھی صاحب کے خط میں یہ گذارش کی ہے کہ اگر وہ ترجمے ہماری لائبریری کے لئے بھیج دیں تو میں ان کا ممنوں ہوں گا ۔ آپ سے بھی یہی گذارش ہے ،، ۔

مولانا ان مستشرقین کے خلاف جو اسلام کے صاف و شفاف پانی کو گدلا کرنیکی فکر میں لگے رهتے هیں برابر قلمی جهاد کرتے رهے ۔ اعظم گڑهـ میں اسلام اور مستشرقین پر چند سال پیشتر ایک بین الاقوامی عظیم الشان سیمینار بهی کرایا اور ابهی حال هی میں فاران کلب کراچی میں اسی موضوع پر پرجوش تقریر کرتے هوئے فرمایا که:

,,مستشرقین مسلمانوں کے سینے پر کنڈلی مار کر پهنکار رهے هیں ۔ اس سانپ کو اسی طرح مارنا ہے جس طرح بابر نے مارا تها ، مگر ایسی بہادری تو مسلمان اپنی تن آسانی اور غفلت شعاری سے شاید نه دکها سکیں ۔ لیکن همارے مسلمان پارٹ ٹائم مسلمان بننے کے بجائے فل ٹائم مسلمان بن کر زندگی بسر کریں تو مستشرقین کے تمام وار خالی جائیں،، ۔

سید صباح الدین عبدالرحمن کا تعلق اسی مردم خیز گاؤں دسنه سے تها جہاں سے ان کے استاد محترم حضرت علامه سید سلیمان ندوی رحمة الله بقول علامه اقبال ,,علوم اسلامیه کے جوئے شیر کے فرهاد،، بن کر ابهرے ۔ یه گاؤں صوبۂ بہار کے قصبۂ بہار شریف سے تقریباً آٹهـ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ پہلے یه گاؤں پٹنـه ضلع میں تها اب ضلع نالنده میں شامل ہے۔ پٹنه سے تقریباً چالیس بیالیس میل کا فاصله هوگا ۔

ان کی ذات پاکیزگی طبع اور اخلاق و اخلاص کا اعلی نمونه تهی ۔ علمی فضیلت کے لحاظ سے ان کو رئیس المصنّفین کهنا برجا نه هوگا ۔

ان سے ملکر روحانی مسرت هوئی تهی ۔ اپنے ملنے والے سے وه همیشه گرمجوشی، خنده پیشانی اور اخلاص کے ساتهـ ملتے تهے اور مل کر احساس هوتا تها که :

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں
(سرور بارہ بنکوی)

یہ چند سطور محض نذرانہ عقیدت کے طور پر لکھ رہا ہوں ان کی معارف پروری، علمی خدمات اور تخلیقی سرمائے کا جائزہ دوسرے حضرات پیش کرینگے :

ع ۔ ایک روشن دماغ تھا نہ رہا ۔

●●●